پروین فناسید (غزل)

تشریحات

شعر نمبرا

کاش طوفاں میں سفینے کو اتارا ہوتا

ڈوب جاتا بھی تو موجوں نے ابھارا ہوتا

تشریح:

پروین فناسید اردو غزل کے ایسی شاعروں میں شامل ہیں۔ جنہوں نے اردو غزل کی کشادہ دامانی میں مزید اضافہ کیا ہے۔**پروین فناسید** نے پندرہ سال کی عمر سے شاعری کا آغاز کر دیا تھا۔ وہ ادا جعفری اور فیض احمد فیض سے شاعری میں اصلاح لیتی تھیں۔ خواتین شعراء میں منفرد شناخت رکھنے والی معروف شاعرہ ہیں۔ یہ شعر غزل کا مطلع ہے۔کیونکہ اس شعر کے دونوں مصرے ہم قافیہ اور ہم ردیف ہیں۔

شاعرہ اس شعر کے ذریعے یہ پیغام دے رہی ہیں کہ مشکلات کا سامنا کرنے سے نہ گھبرائیں کیونکہ یہ مشکلات ہی ہمیں ہماری حقیقی صلاحیتوں کا احساس دلاتی ہیں اگر انسان اپنی زندگی کے طوفانوں سے بچنے کی کوشش کرے گا تو وہ ان تجربات سے محروم رہ جائے گا جو اسے مضبوط بناتے ہیں. شاعرہ کی سوچ کے مطابق ناکامی بھی ایک اہم سبق ہے. جو ہر ناکامی کے بعد انسان کے ابھرنے کی صلاحیت اسے مزید قوی بناتی ہے۔ یہ شعر اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ یہ محض ذاتی تجربات تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ اجتماعی شعور کی ترجمانی بھی کرتی ہے۔

اپنی ناکامی کا ایک یہ بھی سبب ہے فراز

.چیز جو بھی مانگتے ہیں سب سے جدا مانگتے ہیں

یہ شعر زندگی کی حقیقتوں کو سمجھنے اور مشکلات سے نبرد آزما ہونے کی ایک گہری تشریح پیش کرتا ہے جو اج بھی ہمارے لیے رہنمائی کا باعث بن سکتی ہے

شاعرہ یہاں ایک خواہش کا اظہار کر رہی ہیں کہ کاش اسے اپنی زندگی کے طوفانی لمحات میں ہمت دکھائی ہوتی اور اپنے سفینے کو یعنی اپنی زندگی .کو طوفان کے بیچ میں ڈالا ہوتا اس کا مطلب یہ ہے کہ کاش وہ مشکل حالات کا سامنا کرتے ہوئے اپنی زندگی کو آزمائش میں ڈالتی۔

شاعرہ کہتی ہیں کہ اگر وہ اس طوفان میں ڈوب بھی جاتی تو موجیں یعنی حالات کی شدت اسے دوبارہ اوپر لے آتی اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ زندگی کی مشکلات میں ناکام ہو بھی جاتی تو یہ مشکلات ہی اسے دوبارہ ہمت اور حوصلہ دیتیں۔کاش کا لفظ یہاں ایک حسرت اور پچھتاوے کو ظاہر کرتا ہے شاعرہ یہاں یہ کہنا چاہتی ہیں کہ کاش انہوں نے زندگی کی مشکلات کا سامنا کرنے کی جرات کی ہوتی طوفان کا سامنا کرنا زندگی کے مشکلات اور چیلنجز کو قبول کرنے کا استعارہ ہے اس شعر میں پچھتاوا اور اس بات کا اظہار ہے کہ مشکلات سے بچنے کے بجائے ان کا سامنا کرنا چاہیے۔

شاعرہ کہتی ہیں کہ اگر وہ زندگی کی مشکلات میں ناکام ہو بھی جاتی تو یہ مشکلات ہی اسے دوبارہ زندگی کی راہ پر لے آتی یہاں موجوں کا ذکر اس بات کا اظہار ہے کہ مشکلات انسان کو مضبوط بناتی ہیں اور ان سے سیکھ کے اگے بڑھنا ممکن ہوتا ہے ۔

عشرت قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا

درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہو جانا

شعر نمبر 2

ہم تو ساحل کا تصور بھی مٹا سکتے تھے

لب ساحل سے جو ہلکا سا اشارہ ہوتا

تشریح:

پروین فنا سید اردو غزل کے ایسی شاعروں میں شامل ہیں۔ جنہوں نے اردو غزل کی کشادہ دامانی میں مزید اضافہ کیا ہے۔ **پروین فنا سید** نے پندرہ سال کی عمر سے شاعری کا آغاز کر دیا تھا۔ وہ ادا جعفری اور فیض احمد فیض سے شاعری میں اصلاح لیتی تھیں۔ خواتین شعراء میں منفرد شناخت رکھنے والی معروف شاعرہ ہیں۔ پروین فنا سید اس شعر کے ذریعے یہ پیغام دے رہی ہیں. اس شعر میں ایک قوت ارادی کا اظہار ہے یعنی شاعرہ کہہ رہی ہیں کہ ہمیں اتنی طاقت تھی کہ ہم اپنی زندگی کے کسی مقصد یا منزل کو بھول سکتے تھے یا ترک کر سکتے تھے۔

شاعرہ کہہ رہی ہیں کہ اگر اس کے محبوب یا مقصد کی طرف سے تھوڑی سی بھی توجہ ملتی تو اپنی تمام خواہشات اور منزل کی تلاش کو چھوڑ کر صرف اس کی طرف متوجہ ہو جاتی شاعرہ اپنی محبت کی شدت اور وفا کی گہرائی کا اظہار کر رہی ہیں کہ معمولی سا اشارہ بھی ان کے لیے کافی تھا کہ وہ اپنی ساری زندگی اس کی خاطر قربان کر دیتی یہ شعر محبت میں وفا اور شدت کی عکاسی کرتا ہے جس میں شاعر نے محبت کرنے والے کی بے قراری اور اپنی محبت کی سچائی کو بیان کیا ہے۔

یہ عشق نہیں آساں بس اتنا سمجھ لیجیے

اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے

شاعرہ یہاں اپنی محبت کی شدت وفا اور بے قراری کو بیان کر رہی ہیں وہ کہتی ہیں کہ وہ اتنی محبت کرتی ہیں کہ اگر محبوب کی طرف سے معمولی سا بھی اشارہ ملتا تو وہ اپنی زندگی کے تمام بڑے مقاصد اور تمنائیں چھوڑنے کو تیار ہو جاتی یہ اشار اس بات کا بھی اظہار ہے کہ محبت میں انسان کی قربانی کی حد کیا ہو سکتی ہے اس میں عشق کی وفاداری اور شدت کی عکاسی ہوتی ہے جہاں ایک عاشق کی محبت کی گہرائی دکھائی دیتی ہے.

شاعرہ نے محبت کی ایسی گہرائی کا ذکر کیا ہے جو اپنے محبوب کی معمولی توجہ پر سب کچھ قربان کر سکتی ہیں عاشق کی قربانی کا جذبہ بہت شدید ہے وہ اپنے مقصد اور خوابوں کو ترک کرنے کے لیے بھی تیار ہے۔

ایک ہلکے اشارے کی امید شاعرہ کے دل میں ایک روشن کرن کی طرح ہے جو اس کی زندگی کو معنی دے سکتی ہے اس شعر کی شاعری یہ شاعری کے عروج کا حصہ ہے جہاں انہوں نے انسانی جذبات خاص طور پر محبت اور وفا کی اعلی مثال پیش کی ہے اشعار کی سادگی و گہرائی دل کو چھو لینے والی ہے۔

گرتے ہیں سجدوں میں ہم

اپنی ہی حسرتوں کی خاطر اقبال

اگر گرتے صرف عشق خدا میں

تو کوئی حسرت ادھوری نہ رہتی

شعر نمبر ۳

تم ہی واقف نہ تھے آداب جفا سے ورنہ

ہم نے ہر ظلم کو ہنس ہنس کے سہارا ہوتا

تشریح:

پروین فنا سید اردو غزل کے ایسی شاعروں میں شامل ہیں۔ جنہوں نے اردو غزل کی کشادہ دامانی میں مزید اضافہ کیا ہے۔**پروین فنا سید** نے پندرہ سال کی عمر سے شاعری کا آغاز کر دیا تھا۔ وہ ادا جعفری اور فیض احمد فیض سے شاعری میں اصلاح لیتی تھیں۔خواتین شعراء میں منفرد شناخت رکھنے والی معروف شاعرہ ہیں۔س شعر میں شاعرہ اپنے محبوب سے مخاطب ہیں اور اپنے محبوب سے کہہ رہی ہیں کہ تم بے وفائی کے طریقوں سے واقف نہیں تھے اگر تمہیں معلوم ہوتا کہ بے وفائی کیسے کی جاتی ہے. تو ہم نے ہر ظلم کو خوش دلی سے برداشت کیا ہوتا یعنی اگر تمہیں بے وفائی کے طریقے اتے تو ہم نے تمہاری طرف سے آنے والی ہر تکلیف کو بھی ہنس کر برداشت کر لیا ہوتا۔

جو دل سے پھوٹ کے آنکھوں میں چمکے

ترستے رہ گئے ہم اس ہنسی کو

شاعرہ اپنے محبوب سے مخاطب ہو کر کہہ رہی ہیں کہ تمہیں بے وفائی کے اصول نہیں اتے تھے ورنہ ہم نے تمہاری طرف سے ہونے والے ہر ظلم اور تکلیف کو خوشی سے سہارا ہوتا شاعرہ یہ بھی کہنا چاہتی ہیں کہ اگر اس کی محبت اتنی شدید اور سچی ہے کہ وہ محبوب کی بے وفائی اور جرم کو بھی قبول کرنے کو تیار تھی۔ محبوب کی معصومیت محبت کی خالصیت کو ظاہر کرتی ہے۔ اس شعر میں شاعرہ کی برداشت اور قربانی کی جھلک ملتی ہے شاعرہ کا کہنا ہے کہ اس نے ہر ظلم کو ہنس کر برداشت کیا ہوتا۔یعنی محبت میں اس قدر قوت ہے کہ ہر تکلیف اور پریشانی کو سہارا جا سکتا ہے شاعرہ اپنے محبوب کو یہ بتا رہی ہیں کہ تمہیں بے وفائی کے اصول نہیں آتے۔شاعرہ کا کہنا ہے کہ محبت میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ وہ انسان کو ہر ظلم اور تکلیف کو سہنے کی قوت دیتی ہے اس شعر میں شاعرہ محبت کی ہر تکلیف کو برداشت کرنے کے لیے تیار تھی۔

قربت اگرچہ نہیں ملی مجھے

جانے خدشہ کیوں ہے جدائی کا

شعر نمبر 4

غم تو خیر اپنا مقدر ہے سو اس کا کیا ذکر

زہر بھی ہم کو بصد شوق گوارا ہوتا

تشریح :

پروین فنا سید اردو غزل کے ایسی شاعروں میں شامل ہیں۔ جنہوں نے اردو غزل کی کشادہ دامانی میں مزید اضافہ کیا ہے۔**پروین فنا سید** نے پندرہ سال کی عمر سے شاعری کا آغاز کر دیا تھا۔ وہ ادا جعفری اور فیض احمد فیض سے شاعری میں اصلاح لیتی تھیں۔خواتین شعراء میں منفرد شناخت رکھنے والی معروف شاعرہ ہیں۔ شاعرہ اس شعر میں غم کی بات کرتی ہیں وہ کہتی ہیں کہ غم کی بات کرنا بے سود ہے کیونکہ یہ ہمارے مقدر میں ہے اور اس کا ذکر کرنا بے فائدہ ہے شاعرہ کہہ رہی ہیں کہ غم تو ہماری قسمت میں ہے اس سے اس کی بات کرنا بے معنی ہے زہر کا مطلب وہ مادہ یا موت کا باعث بننا ہے یہاں زہر استعارہ

کے طور پر استعمال ہوا جو شدید تکلیف دکھ یا کسی بڑے نقصان کی علامت ہو سکتا ہے شاعرہ کہتے ہیں کہ غم تو ہماری قسمت میں لکھا ہوا ہے اس کا ذکر کرنا بے سود ہے لیکن اگر ہمیں زہر بھی ملتا تو ہم اسے بھی شوق سے قبول کر لیتے ہیں شاعرہ اپنی زندگی کی مشکلات اور تکلیف کو بیان کر رہی ہیں اور یہ بھی بتا رہی ہیں کہ وہ کتنی قوت اور برداشت کے ساتھ ان کا سامنا کرتی ہیں شاعرہ کہنا کہ غم ان کی قسمت میں ہے اس نے اپنی زندگی میں بہت زیادہ تکالیف اور مصیبتیں برداشت کی ہیں۔

میر بندوں سے کام کب نکلا

.مانگنا ہے جو کچھ خدا سے مانگ

شاعرہ کہتی ہیں کہ ہمیں زندگی کے ہر موقع پر مختلف حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان حالات میں سے کچھ خوشیاں ہوتی ہیں جبکہ کچھ غم بھی ہوتے ہیں شاعرہ کا کہنا ہے کہ ہمیں اپنے مقدر کو قبول کر لینا چاہیے چاہے وہ خوشی ہو یا غم ہو زندگی میں غموں کا سامنا ہوتا ہے کہ ہمیں غم کو بھی ایسے ہی استقبال کرنا چاہیے جیسے ہم خوشی کا کرتے ہیں اور ویسے بھی غم ایک ناخوشگوار حالت ہوتی ہے لیکن شاعرہ کا کہنا ہے کہ اگر ہم اسے بھی بصد شوق گوارا کریں یعنی اسے شوق سے اسے قبول کریں تو وہ بھی ہمارے لیے ایک معنی خیز تجربہ بن سکتی ہے اسے ہم اپنی زندگی کے مختلف حالات کو شوق سے قبول کریں تو ہم ان سے سیکھنے اور بڑھنے کا موقع ملتا ہے۔

لمحات مسرت ہیں تصور سے گریزاں

.یاد آئے ہیں جب بھی غم و آلام ہی آئے

یہ شعر اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ زندگی کی راہ میں مختلف چیلنجز اور آزمائشوں کا سامنا ہوتا ہے ان آزمائشوں کی طرف سے ہمیں اپنے مقدر کو قبول کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ یہ اشعار موجودہ حالات کی عکاسی کرتے ہیں۔ جہاں زندگی میں غموں کو خوشیاں دونوں موجود ہیں اسی طرح شاعرہ کے مطابق زندگی کو پوری طرح سے قبول کرنا اور ہر حالت کو بصد شوق گوارا کرنا ہمارے لیے بہترین راہ ہو سکتی ہے۔

شعر نمبر5

باغباں تیری عنایت کا بھرم کیوں کھلتا

ایک بھی پھول جو گلشن میں ہمارا ہوتا

تشریح:

پروین فناسید اردو غزل کے ایسی شاعروں میں شامل ہیں۔ جنہوں نے اردو غزل کی کشادہ دامانی میں مزید اضافہ کیا ہے۔ **پروین فناسید** نے پندرہ سال کی عمر سے شاعری کا آغاز کر دیا تھا۔ وہ ادا جعفری اور فیض احمد فیض سے شاعری میں اصلاح لیتی تھیں۔ خواتین شعراء میں منفرد شناخت رکھنے والی معروف شاعرہ ہیں۔ س شعر میں شاعرہ باغبان کی عنایت اور فضل کے موضوعات پر بات کرتے ہوئے کہتی ہیں باغبان یہاں اللہ تعالی کی صفات کو ظاہر کرنا ہے جو انعامات اور بخشش کا ذمہ دار ہے شاعر اس باغبان الہی کی عنایت یا بھرم کا سوال کرتے ہیں. پھول اس شعر میں زندگی یا خوشی کو ظاہر کرتا ہے شاعر یہاں کہہ رہے ہیں کہ اگر باغ یا دنیا میں یعنی ایک بھی پھول ہمارا ہوتا جو تو ہم اس پھول کی قدر کرتے اور اس کی خوشبو سے لطف اندوز ہوتے یہ شعر انسانی حیات کی ناقابل تلافی قیمتوں محبت اور اللہ تعالی کی عنایتوں کی عظمت کی بات کرتا ہے شاعرہ یہاں موجودہ دنیا یا اس کے حالات میں امید اور اعتماد کے بارے میں سوال کرتی ہیں اور اللہ تعالی کی بے پناہ رحمتوں اور اس کی نعمتوں کے بارے میں کہتی ہیں۔ کی اگر انسان کی زندگی میں کسی طرح

کی بھلائی یا خوشی ہوتی ہے تو وہ بھی اللہ تعالی کی طرف سے ایک عنایت ہوتی ہے اور اس کا عظیم ہونا ہمیں اللہ تعالی کی بارے میں سوچنے پر مجبور کرتا ہے شاعرہ کا یہ شعر ایک سوال ہے جو ہمیں انسانیت کے اصولوں اور اللہ تعالی کی عظمت کی طرف رجوع کرتا ہے۔

تیری ہی ذات اول وآخر تو ہی قائم ہے اور تو ہی قدیم

تجھ سے وابستہ ہر تمنا ہے، تیرا ہی آسرا ہے رب کریم

شاعر اپنے موجودہ اللہ تعالی کی عنایتوں مہربانیوں کی قیمت کو اجاگر کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالی کی رحمت کا بھرم اور امید کیوں بنتا ہے جبکہ اگر اللہ کی رحمت کا کوئی ظاہری نمونہ موجود ہوتا تو ہم اس کی قدر کرتے اور اس کے فضائل اور خوشبو سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ شاعرہ کے نظرے کے مطابق زندگی کی خوشیوں کا حقیقی مطلب اللہ کی عنایتوں کی قدر کرنا ہے۔

شاعرہ اپنے اس شعر میں محبت اور امید کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہیں وہ بتاتی ہیں کہ اگرچہ دنیا میں کئی مشکلات ہیں اور شاید بہت ساری روشنیوں کی کمی ہو لیکن امید اور اعتماد کے ذریعے ہم اللہ تعالی کی مہربانی کی قیمت کو سمجھ سکتے ہیں کہ اس شعر میں اللہ تعالی کی عظمت اور رحمت پر زور دیا گیا ہے اللہ تعالی کی رحمت کا بھرم اور امید ہمیں مشکلات کے دور میں بھی مصائب کے دور میں بھی ہمارا ساتھ دیتی ہے اور ہمیں زندگی کی مشکلات سے نکلنے کی قوت فراہم کرتی ہے شاعرہ انسانیت امید اعتماد اور محبت کی اہمیت کو سمجھاتی ہیں کہ کبھی کبھار جب ہم ایک کوئی معاشرتی یا روحانی مسئلہ پیش آتا ہے جیسے کوئی بڑا فیصلہ کرنا ہو یا کوئی مقصد حاصل کرنا ہو تو ہم اپنے اپ کو اللہ تعالی کی رحمتوں سے محسوس کرتے ہیں اسی حالت میں ہمیں احساس ہوتا ہے کہ ہمیں کسی قدرتی طاقت نے رہنمائی فراہم کی ہے جو ہمیں ہدایت دیتی ہے اور ہماری مشکلات کو حل کرتی ابھی ایک اہمیت اور مقام ہوتا ہے جو وہ خود کو اور دوسروں کو سمجھانا چاہتے ہیں اس شعر کے ذریعے شاعر شاعرہ ہمیں یہ سکھاتی ہیں کہ زندگی کے ہر موقع اور ہر انسان کو قدرتی رحمتوں کا احساس کرنا چاہیے اور ہمیشہ اللہ تعالی کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ جو ہمیں صحیح معنوں میں مدد فراہم کرتا ہے۔

نہ ثبوت ہے نہ دلیل ہے میرے ساتھ رب جلیل ہے

تیرا نام کتنا مختصر تیرا ذکر کتنا طویل ہے

شعر نمبر 6

تم پہ اصرار فنا راز بقا کھل جاتے

تم نے ایک بار تو یزداں کو پکارا ہوتا

تشریح:

پروین فنا سید اردو غزل کے ایسی شاعروں میں شامل ہیں۔ جنہوں نے اردو غزل کی کشادہ دامانی میں مزید اضافہ کیا ہے۔ پروین فنا سید نے پندرہ سال کی عمر سے شاعری کا آغاز کر دیا تھا۔ وہ ادا جعفری اور فیض احمد فیض سے شاعری میں اصلاح لیتی تھیں۔ خواتین شعراء میں منفرد شناخت رکھنے والی معروف شاعرہ ہیں۔ اس شعر میں شاعرہ وحدت اور اللہ کی طرف رجوع کے موضوعات کو مد نظر رکھتے ہوئے بیان کرتی ہیں کہ جب انسان فنا کے رازوں کو سمجھتا ہے تو اصل حقیقت سامنے اتی ہے اور اگر وہ اللہ کو پکارتا ہے یعنی اس کی طرف رجوع کرتا ہے تو اسے حقیقت کا راز معلوم ہوتا ہے. شاعرہ یہ بیان کرتی ہیں کہ اگر اپ نے ایک بار یزداں یعنی (اللہ) کو پکارا ہوتا تو شاید اپ کو حقیقت کا راز معلوم ہوتا۔

کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباس مجاز میں

.کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبین بے نیاز میں

فنا عموما **"ختم ہونا یا غیر موجودیت"** ہونا ہے جبکہ بقا کا مطلب" **موجودیت یا قائم رہنا"** ہوتا ہے شاعرہ یہاں کہتی ہیں کہ جب وہ مخلوق اور اللہ کی عظمت کو سمجھتا ہے تو اس کی حقیقی راز سامنے آتے ہیں تم نے ایک بار تو یزداں یعنی(اللہ) کو پکارا ہوتا ہے یہاں پہ یزداں اللہ تعالی کو ظاہر کرتا ہے جو اپنے بندوں کی دعاؤں کو سنتا ہے اور ان کی دادرسی کرتا ہے اور اپنی عنایتیں ہم پر نچھاور کرتا ہے بے شک اللہ تعالی بہت مہربان اور سننے والا ہے۔ شاعرہ یہاں اظہار کرتی ہیں کہ اگر مخلوق نے ایک بار بھی اللہ تعالی کو پکارا ہوتا تو ان کو اس کی بڑائی اور عظمت کی حقیقت سمجھنے کا موقع ملتا اس شعر میں معنوں کی گہرائی اور عظمت کی حقیقت کا اظہار کیا گیا ہے جو مخلوق اور خالق کے تعلقات کی عظمت اور حقیقت کو دلائل سے سامنے لاتی ہےاور بقا کے موضوعات صوفی ادب میں اہم موضوعات ہیں۔ فنا کی بات وہ لمحہ ہے جب انسان خود کو اور اپنی موجودگی کو ختم سمجھتا ہے یعنی کہ وجود کو ختم ہو جانا مر جانا اس فانی دنیا کو چھوڑ دینا جبکہ بقا اللہ یا حقیقت کی موجودگی کو ظاہر کرتا ہے۔اللہ ہمیں ہر شے میں دکھائی دیتاہے۔ شاعر یہاں جو وحدت کے رازوں کو بیان کرتی ہے

اس شعر میں ایک اہم مضمون یہ ہے کہ اللہ کو جاننے اور محسوس کرنے کا تجربہ زندگی میں انسان کو بہترین راہ دیتا ہے اس کے ذریعے انسانیت کی حقیقت اور معنوں کو سمجھنے کا موقع فراہم ہوتا ہے۔

دل میں خدا کا ہونا لازم ہے اقبال
سجدوں میں پڑے رہنے سے جنت نہیں ملتی